بِسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الرّوح

مرتّبہ: محمد نامدار خان یوزئی

مورخہ: ۱۶/جون ۲۰۰۴ء

''روح'' کیا ہے اس کا مکمل اور تشفی بخش جواب شاید کہ آج تک ہمیں میسر نہیں آیا!
البتہ قرآنِ مجید میں ایک خاص روح..... ''الرّوح'' .... کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس روح کو اللہ نے کبھی رُوحِی (میری روح) کہا ہے تو کبھی رُوحَنَا (ہماری روح)۔ اسی روح کو رُوحاً بھی کہا گیا ہے اور رُوحٌ مِنہُ بھی اور کہیں رُوح اللّٰہ بھی۔ پھر اسی روح کو معروفہ صیغہ میں اَلرُّوحُ کے نام سے روشناس کروایا۔ اسی معروف و مخصوص روح کو سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۸۵ میں اَمرِ رَبّیِ قرار دیا۔

اس کے باوجود ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہر مخلوق کی ایک 'روح' ہوتی ہے اور اس کی موجودگی اعتباری لحاظ سے اس مخلوق کی زندگی کی ضامن ہوتی ہے۔ اسے ہم نباتاتی روح، حیوانی روح، انسانی روح کی صنف میں تعبیر و تقسیم کرتے ہیں۔ ان ارواح کا قرآن میں مذکور ''روحی''؛ ''روحنا''؛ ''روح منه'' اور ''الرّوح'' سے کوئی تعلق نہیں! جاننا چاہیے کہ قرآن نے انسانی روح کو لفظِ ''نفس'' سے تعبیر کیا ہے، مگر عجیب بات ہے کہ اس ''نفس'' کو ہم نے ''روح'' کے نام سے مشہور کر دیا!

بہر حال مخلوق میں پائے جانے والی یہ 'روح' دراصل جسم میں موجود عناصر کی ''منطقی ترکیب'' کا نتیجہ ہوتی ہے مثلاً جب جسم تھک جاتا ہے تو جسمانی عناصر کی 'منطقی ترکیب' تبدیل ہو جاتی ہے جس کے سبب انسان پر نیند طاری ہو جاتی ہے اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں حالتِ نیند میں بھی انسان میں جان باقی رہتی ہے اور انسان سائنسی اعتبار سے مردہ (clinically dead) نہیں تسلیم کیا جاتا گو کہ قرآنِ مجید اس کیفیت کو 'موت' سے تعبیر کرتا ہے۔ دراصل یہ تعبیر ہی روح منه۔ ''الرّوح'' اور مذکورہ ارواح کے درمیان موجود فرق کا واضح ثبوت فراہم کرتی ہے۔

وہ عناصر جن سے کہ انسان کی ''با ہوش وحواص'' زندگی وجود پذیر رہتی ہے ان میں کچھ تو مادّیاتی ہیّت کے حامل ہوتے ہیں اور کچھ غیر مادّیاتی، مثلاً شعور ایک غیر مادّیاتی عنصر ہے جو کہ زندگی کے عناصر کی ترکیب میں ایک خاص مقام اور مقصد رکھتا ہے چناچہ جب یہ اس خاص ترکیب میں اپنا مقام کھو دے یا اس عنصر کو ''عناصر کی ترکیب'' میں اپنے صحیح مقام پر قائم ہونے سے روک دیا جائے تو انسان پر ''بے ہوشی'' اور بے حسی طاری ہو جاتی ہے حالانکہ وہ زندہ ہوتا ہے۔ اس کی مثال ہمارے معاشرے میں بہت عام ہے مثلاً جب کوئی سرجن آپریشن سے پہلے مریض کے بدن میں **anesthesia** داخل کرتا ہے تو مریض بے ہوش ہو جاتا ہے اور جب ''شعور کا عنصر'' اور حواس، عناصر کی ترکیب میں اپنے ترکیبی مقام پر دوبارہ سے قائم ہو جاتے ہیں تو انسان پھیر سے ''باہوش وحواس زندگی'' کے دائرے میں قدم رکھ لیتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر ''عناصر کی ترکیب'' مستقل طور پر منتشر ہو جائے یا منتشر کر دیجائے تو ''موت'' واقع ہو جاتی ہے جسے مڈیکل سائنس **clinical death** کہتی ہے۔

یہاں ایک اور حقیقت کو بھی زیرِ بحث لانا ضروری ہے تا کہ بات اور زیادہ واضح ہو جائے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ پچھلی کئی دہائیوں سے ہم مصنوی طریقے سے مرغیوں کی افزائشِ نسل کرتے چلے آرہے ہیں، یعنی ایک خاص قسم کے انجیکشن (**injection**) کے ذریعے انڈے اور پھر ان سے چوزے پیدا کیے جارہے ہیں مگر کبھی غور نہیں کرتے کہ ان چوزوں کی بھی ایک روح ہوتی ہے۔ جب ہم انہیں ذبحہ کرتے ہیں تو وہ روح بھی بالکل اسی طرح پرواز کر جاتی ہے جس طرح کہ ایک انسان کی روح پرواز کر جاتی ہے۔ یہاں ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہیکہ آخر ان میں یہ روح کون ڈال رہا ہے؟ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ یہ بغیر روح کے پیدا ہوئے ہوں۔ اسی طرح انسانوں میں کلوننگ اور جینیاتی انجنیئرنگ کے ذریعہ بچے بھی پیدا کیے جارہے ہیں، ان میں بھی روح ہوتی ہے، ان کی روح بھی انہی عوامل کے سبب پرواز کر جاتی ہے جن عوامل کے سبب قدرتی طریقے سے پیدا ہونے والے انسان کی روح پرواز کر جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ روح وہ ''روح'' نہیں ہے جس کا ذکر قرآنِ مجید میں آیا ہے! ہمیں اس 'روح' کیلیے کوئی اور نام تجویز کرنا ہوگا!

مندرجہ بالا بحث کے پس منظر میں ''روح القدس'' اور ''روح الامین'' کے بارے میں سوالات پیدا ہوتے ہیں، ان سوالات کے جوابات کے لیے ہمیں مندرجہ ذیل حقائق ذہن میں رکھنے ہونگے:

ا۔ تمام ارواح بشمول ''روحی۔ روحنا۔ روح اللّٰہ'' جو کہ قرآنِ مجید میں مرادی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں سب کے سب اللہ کی مخلوق ہیں جو ہر کسی کو نظر نہیں آتیں مگر اپنا وجود رکھتیں ہیں۔

۲۔ دیگر مخلوق کی طرح نہ صرف ان کا وجود بلکہ ہر چیز ''کن فیکن'' کے تابع ہے۔

۳۔ یہ تمام کے تمام غیر معیّن جسم کے حامل ہیں۔ کوئی نہیں ثابت کر سکتا کہ ان کی اصل ماہیت کیا ہے۔

۴۔ مخلوق ہونیکے سبب یہ سب کے سب ہالک ہیں، جن کی کیفیت ہلاکت کا علم ہمیں حاصل نہیں ہے۔

۵۔ ایسی ارواح کی زندگی جن عناصر کی ترکیب کی مرحونِ منت ہے اس سے ہم ناوقف ہیں۔

۶۔ قرآنَ مجید میں لفظ الرّوح معروفہ کیفیت میں آیا ہے!

۷۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس روح کے کسی بندے پر نازل کئے جانے کی کیفیت کے اظہار کو جن الفاظ سے بیان کیا ہے ان کے مادّہ الفاظ نَزَلَ۔ نَفَخَ۔ اَوحَی۔ رَسَلَ اور لَقِیِ .... ہیں اور ان الفاظ کی مشتقات، آیاتِ قرآنی میں حسبِ ذیل طریقے سے استعمال ہوئی ہیں:

(ا) نَزَلَ بِه الرُّوحُ الْاَمِیْنَ (اس کو لے کر اترا [نازل ہوا] روح الامین)

(ب) وَ نَفَخْتَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (اور [جب] اسمیں اپنی روح پھونک دوں)

(ج) وَ کَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیکَ رُوْحاً (اور اسطرح آپکی طرف اشارہ کیا [وحی کیا] ایک روح کو)

(د) فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا (پھیر ہم نے بھیجا اسکی طرف ہماری روح کو)

(ل) یُلْقِی الْرُّوحِ مِنْ اَمْرِهِ (وہ [القاء کرتا ہے یا کریگا] بھیجے گا روح کو اس کے [اپنے] حکم سے)

۸۔ دیگر تمام چیزوں کی طرح یہ بھی تخلیق کے ''اصولِ تثنیّہ'' کے تابع ہیں اور اس وجہ سے اپنا ایک ''جوڑی دار'' یا ''مدمقابل''، یعنی مثیل و نقیض بھی رکھتی ہیں۔ یہ اصول ارواح تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کا اطلاق اللہ کی ہر مخلوق پر ہوتا ہے، اگر ایسا تسلیم نہ کیا گیا تو اللہ سبحان و تعالیٰ کی احدیت کا انکار ثابت ہو جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

اللہ تعالیٰ نے اس اصول کا اشارہ ہمیں سورہ الذاریات کی آیت ۴۹ سے دیا ہے۔ فرمایا:

خَلَقَ اللّٰہُ کُلِّ شَیْیٍء زَوْجَیْنِ لَعَلَکُمْ تَذَکَّرُوْنَ

(اللہ نے ہر چیز کے دو جوڑے پیدا کیے تا کہ تم [نصیحت کا] اعادہ حاصل کرنیوالے ہو جاؤ)

لفظ زَوْجٌ صیغہ واحد ہے جبکہ اس کا صیغہ تثنیّہ زَوْجَیْن ہے جو ہم صفت (مْثِیل) و مخالف صفت اکائی (identity) کی نشاندہی کرتا ہے۔ ادب اور شعر و شاعری کے اصولوں کے لحاظ سے یہ (identity) ہم جنس بھی ہو سکتی ہے اور مخالف جنس بھی! چنانچہ عربی زبان میں دائیں ہاتھ کا دستانہ بائیں ہاتھ کے دستانے کا ''زوج'' کہلاتا ہے۔ اسی طرح دونوں پیروں کے جوتے ایک دوسرے کی زوج کہلاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں زوج کا مفہوم بمعنی ''بیوی'' مستعمل ہونے کے سبب مفہومی اعتبار سے صرف اور صرف جنسی شناخت کے اظہار کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے اس طرح اس لفظ کی وسعت و بلاغت ختم کر دی گئی نیتجتاً اس کے دیگر مطالب و مفاہیم بھی مخفی ہو گئے۔ مگر اس لفظ کے اصل معنوں سے یہ ماخوذ ہوتا ہے کہ اوپر بیان کی گئی آیت میں مذکورہ ''زوجین'' کا وجود زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ ایک ہی مقام پر بہ یک وقت و زمانہ بھی پائے جا سکتے ہیں اور دیگر مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر بھی پائے جا سکتے ہیں اور یہ بھی کہ مخلوق کے ظاہر اور باطن کی تخلیق بھی اسی اصولِ تثنیّہ کے تحت ہوئی ہے۔ چنانچہ ہمزاد کا تصور بھی اس اصول کا مرہونِ منت ہے۔

اصولِ تثنیّہ کے پس منظر میں روح۔ روحی۔ روحنا۔ الرّوح۔ روح القدس اور روح الامین کی تخلیق کا معاملہ بھی ایسا ہی ہونا لازمی ہے۔ یہ وہ ارواح ہیں جو انبیاء و مرسلین کی مدد و تائید کے لئے بھیجی جاتی رہی ہیں۔ آیاتِ قرآنی سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہر مامور من اللہ امام روح سے مستفید ہوتا رہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ الشوریٰ کی آیت ۵۲ میں فرماتا ہے:

وکذالک اوحینا الیک روحاًمن امرنا ما کنتا تدری ما الکتاب ولا الایمان ولٰکن جعلنٰه نوراً نهدی به من نشاء من عبادنا و انک لتهدی الیٰ صراط المستقیم

[اور اسطرح ہم نے اشارہ کیا ایک روح کو آپؐ کی طرف اپنے

حکم سے، آپؐ نہ تو کتاب سے واقف تھے اور نہ ہی ایمان (کی
حقیقت سے) اور (پھر) ہم نے اسے (یعنی اس روح کو) نور بنا دیا۔
اسی کے ذریعہ سے ہدایت دیتے ہیں صراط مستقیم کی طرف، جس کسی کو
ہم چاہتے ہیں، اپنے چنندہ بندوں میں سے۔ اسمیں شک نہیں
کہ آپؐ بھی (نور کی روشنی میں) ہدایت دیتے ہیں صراطِ مستقیم
کی طرف۔]

اس آیت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتا دیا کہ دیگر ہادیانِ برحق (مہدیان) کی طرح ایک بھیجی ہوئی 'روح' سے نبی کریم ﷺ کی بھی مدد و تائید کی گئی۔ واضح رہے کہ وحی کے معنیٰ ''سرعت کے ساتھ اشارہ کرنا'' ہیں۔ اور یہی معنی اوپر کیے گئے ترجمہ میں استعمال کے گئے ہیں۔

سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۸۵ تا ۸۷ میں اسی روح کے بارے میں فرماتا ہے :
(ترجمہ آیت: اور آپؐ سے الرّوح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہدیں کہ ''الرّوح'' میرے رب کے امر سے ہے، اور تم کو اس کا علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا! اور اگر ہم چاہیں تو البتہ ہم لے جائیں [سلب کر لیں] اسے جسے کہ ہم نے اشارہ کیا تھا آپؐ کی طرف، پھیر تم نہیں پاؤ گے اسے اپنے لئے (اور نہ ہی) ہمارے مقابلے پر کوئی مددگار۔ مگر [جان لو کہ] یہ صرف ایک بہت بڑا فضل ہے آپؐ پر۔)

مزید تسلّی کے لیے ہم قارین کی توجہ قرآنِ مجید میں مذکور روح سے متعلقہ تمام آیات پر غور کرنے کا مشورہ دینے کے علاوہ یہ بھی درخواست کرینگے کہ اوپر جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس میں اگر سقم موجود ہو تو اس کی نشاندہی کریں تا کہ اس سقم کو رفع کیا جا سکے۔ اس ذمن میں ایک اور دلچسپ حقیقت کی طرف ہم قارئین کی توجہ منعکس کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ عیسایوں نے اس 'روح' کو سمجھنے میں غلطی کی اور اس طرح **Father, Son and the Holy Spirit** کے جھنجال میں پھنسے!

اصولِ تثنیّہ کے تحت سورہ الشعراء میں **او لم یرو ا الی الارض کم انبتنا فیھا من کل زوج کریم** کے الفاظ آئے ہیں، مترجمین نے سیاق وسبّاق کو ملحوظ نہ رکھا اور زوج کریم کے معنی ''نفیس جوڑے'' کر دیئے جس سے زوجین (دو جوڑے) کا مفہوم واضح نہیں ہوتا، اور نہ ہی لفظ

'کریم' کا صحیح مطلب ادا ہوتا ہے۔ یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ "کریم" کا لفظ اللہ نے خود اپنے لیے، مرسلین و ملائکہ کے لیے یا آسمانی کتب جیسی مقدس و قابلِ تکریم حیثیتوں کے لیے استعمال کیا ہے۔اس قسم کا ترجمہ دراصل آیت کے مفہوم سے کھینچا تانی کی مثال شمار کیا جائیگا۔مگر اس کے ساتھ ساتھ **ground reality** یہ بھی ہیکہ جو کوئی مترجم، مرّوجہ تراجم سے اختلاف کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے کفر کی مشین گن کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک کلاسک مثال محترم قاسم نانا توی صاحب مرحوم کی ہے جن کی ایک تحریری کاوش..."تحذیرالناس"...نے ان کی زندگی بھر کی محنت واسلامی خدمات پر پانی پھیر دیا! کفر کے فتوے بھی لگائے گئے اوران کے خلاف لعن طعن سے بھر پور مضامین بھی لکھے گئے۔محترم قبلہ کا "قصور" صرف یہ تھا کہ انہوں نے دُرِ منثور میں مذکور حضرت ابن عباسؓ سے منصوب ایک مشہور حدیث کو سورہ طلاق کی آیت کے حوالے سے واضح کر نے کی زحمت کی تھی جو کہ بلا شبہہ قابلِ تحقیق کاوش تھی۔اس کی کچھ جزیات سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے مگر راقم کے ناقص خیال میں، کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔ناقدین نے نفسِ مضمون پر نظر کیوں نہیں رکھی یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔چنانچہ مخالفین نے موقع غنیمت جان کر "مشین گن" چلادی...! اس کتابچہ کی مندرجات ایک اعتبار سے "اصولِ احدیت" کی موئد ہیں۔اصولِ احدیت اور مذکورہ حدیث قارئین کے افادے کے لیے ذیل میں درج کی جارہی ہیں:

لیسیٰ کمثلہٖ شیءٍ (نہیں ہے کوئی شئے اس کے مثیل) اسی بیانِ الٰہیہ کو حکما اور مفسرین نے اصولِ احدیت کہا ہے۔یہ دراصل..**قل ھو اللہ ھو احد**..کی تفسیر ہے۔اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ صرف **اللہ احد** ہے، کوئی اس کی مثل نہیں اسوجہ سے باقی سب کی اپنی مثل و نظیر ہونا لازمی امر ہے ورنہ اسکی احدیت ختم ہوجاتی ہے اور شرک قائم ہو جاتا ہے! اس بات کی وضاحت حضرت ابنَ عباس کی مذکورہ حدیث سے بھی ہوجاتی ہے اور یہی وہ حدیث ہے جسے محترم قاسم نانا توی صاحب نے "تحذیرالناس" میں موضوعِ سخن بنایا تھا:

ان اللہ خلق سبع ارضین فی کلِ ارض آدم کاآدمکم و نوحا کنوحکم ابراھیم کا ابراھیمکم و عیسیٰ کعیساکم ونبی کنبیکم (بیشک اللہ نے سات زمینیں پیدا کیں اور ہر زمین میں آدمؑ کی طرح آدمؑ، نوحؑ کی طرح نوحؑ۔ابراہیمؑ کی طرح ابراہیمؑ، عسیٰؑ کی طرح عیسیٰؑ، تمھارے نبیؐ کی طرح نبیؐ!